تین تارے

مائل خیرآبادی

تین تارے

ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ۔ آنکھوں کی دیکھی کہتے نہیں، کانوں کی سنی کہتے نہیں۔ ایک بادشاہ تھا۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کے ملک میں نیکیاں پھیلیں اور برائیاں مٹیں۔ ملک میں سب لوگ آرام اور چین سے رہیں۔ ملک میں چوری، ڈاکہ، لڑائی دنگا اور لوٹ مار نہ ہو۔ کوئی کسی کو نہ ستائے کوئی ننگا بھوکا نہ رہے۔ نہ کوئی کسی کی کوئی چیز چھینے، نہ جھوٹ بولے اور نہ دھوکا اور دھاندلی کر کے کسی کو ٹھگ لے۔

بادشاہ دن رات اسی فکر میں رہتا تھا۔ مگر اس کے ملک سے برائیاں دور نہ ہوتی تھیں۔ اس نے برائیوں کی روک تھام کے لئے بہت سی پولیس رکھ لی تھی۔ مگر پولیس کے سپاہی راتوں کو پہرہ تو دیتے مگر چوروں سے کہتے ''چوری کئے جاؤ۔''

بادشاہ ساری تدبیریں کر کے ہار گیا تو اس نے اللہ میاں سے دعا کی۔ وہ دیر تک گڑگڑاتا رہا۔ دعا سے فرصت پا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک سپاہی نے آ کر کہا۔ ''حضور شیخ الہام صاحب تشریف لا رہے ہیں۔''

بادشاہ نے اپنے استاد شیخ الہام صاحب کے آنے کی خبر سنی تو جھٹ اٹھا، ان کے استقبال کو چلا۔ بڑی عزت کے ساتھ لایا اور لونڈی اور غلاموں سمیت ان کی خاطر داری میں لگ گیا۔

شیخ الہام صاحب نے بادشاہ کو پریشان دیکھا تو وجہ پوچھی۔ بادشاہ نے برائیوں کا رونا روتے ہوئے کہا:

''سمجھ میں نہیں آتا، کیسے نیکیاں پھیلیں اور برائیاں مٹیں؟''

شیخ صاحب نے جواب دیا۔ ''یہاں سے بہت دور، بہت ہی دور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، ''مومن پور۔'' مومن پور میں ایک حکیم صاحب رہتے ہیں۔ ان کا نام حکیم ایمان اللہ ہے۔ ان کا ایک لڑکا ہے ''عمل بیگ۔'' اور ایک لڑکی ہے ''عاقبت بیگم۔'' اگر تم ان تینوں کو لا کر اپنے ملک میں بساؤ تو تمہاری مراد پوری ہو۔ ملک سے برائیاں جائیں گی۔ اور نیکیاں پھیلیں گی۔'' بادشاہ نے استاد شیخ الہام صاحب سے ایمان اللہ صاحب، عمل بیگ اور عاقبت بیگم کا اتہ پتہ پوچھا۔ اصطبل سے اپنا گھوڑا منگوایا۔ معمولی سا سامان لیا۔ گھوڑی پر سوار ہوا۔ استاد کو سلام کیا اور مومن پور کی طرف چل دیا۔



اندھی نگری

چلتے چلتے، چلتے چلتے، بادشاہ کو ایک بستی دکھائی دی۔ وہ بستی کی طرف مڑا۔ بستی میں پہنچا، دیکھا تو سارے آدمی اندھے، بڑے ہی بے ڈھنگے۔ جو جس کے جی میں آتا کرتا۔ جہاں جس کا جی چاہتا، پاخانہ، پیشاب کر دیتا نہ کوئی روک ٹوک، نہ داد و فریاد، بستی بے حد گندی۔

بادشاہ نے ایک اندھے سے پوچھا۔ ''بھائی تم کیا کرتے ہو؟'' اس نے کہا ''جو میرا جی چاہتا ہے، کرتا ہوں، تم کون؟'' بادشاہ نے اس کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ ایک اور اندھے سے پوچھا۔ ''ارے میاں! تم سب یہاں کس طرح رہتے ہو۔'' اس نے جواب دیا ''جیسے ہمارا جی چاہتا ہے رہتے ہیں۔ تم کون؟'' بادشاہ نے اس کی طرف سے بھی منھ پھیر لیا۔ اور پھر کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ بھوکا تھا، کھائے کیا؟ پیاسا تھا، پیئے کیا؟ تھکا ہوا تھا، بیٹھ کر ستائے کہاں؟ ساری بستی گندی، سارے لوگ اندھے، جگہ جگہ سڑی گلی چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ مکھیاں بھنک رہی تھیں اور بدبو آ رہی تھی۔ بادشاہ پریشان ہو گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا، ایک طرف ایک باغ نظر آیا۔ باغ کے اندر گیا۔ تو وہاں لوگوں کو ناچتے کودتے، اچکتے، پھاندتے

دیکھا۔ مگر وہ بھی سب کے سب اندھے۔ ان کے بیچوں بیچ ایک لمبے تڑنگے، موٹے تگڑے کالے کلوٹے شخص کو بیٹھے پایا۔ اس کی دونوں آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں۔ بڑا ڈراؤنا دیو کا دیو تھا۔ بادشاہ اسے دیکھ کر کانپ گیا۔ جھٹ پلٹ پڑا۔ مگر نہ جانے اس اندھے کو اس کا کیسے پتہ ہوگیا۔ وہ زور سے چیخ اٹھا۔ دوڑیو پکڑیو، جانے نہ پائے۔ وہ دیکھو آنکھوں والا آگیا۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ نہ جانے کیسے سب اندھے بادشاہ کو جان گئے۔ سب کے سب بادشاہ کی طرف دوڑ پڑے اور آکر لپٹ گئے۔ اب بادشاہ بہت پریشان ہوا۔ دل میں کہا "یہ اندھے کیسے اندھے ہیں کہ مجھے جان گئے۔" بادشاہ نے اللہ کو یاد کیا، سر جھکا کر دعا مانگنے لگا۔ اور اندھوں کو اپنے پاس سے ہٹانے لگا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ سیکڑوں اندھے اس سے لپٹے تھے اور چاہتے تھے کہ اس کی آنکھیں بھی پھوڑ دیں۔ بادشاہ اپنے کو بچا رہا تھا۔ جب اس سے کچھ بَن نہ آیا تو وہ زور زور سے پڑھنے لگا۔ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" اور مدد کے لئے اللہ کو پکارنے لگا۔

مدد

اچانک اسے ایک روشنی سی دکھائی دی۔ اس روشنی میں ایک تخت نظر آیا، اس تخت پر ایک بزرگ سفید کپڑے پہنے بیٹھے تھے۔ ان کے ایک

طرف لڑکی بیٹھی تھی۔ دوسری طرف ایک نوجوان لڑکا۔ ان بزرگ کو دیکھتے ہی بادشاہ کا دل ایمان سے روشن ہو گیا۔ لڑکے کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوا جیسے ہاتھ پاؤں اور سارے جسم میں سوگنی طاقت آگئی اور لڑکی کو دیکھا تو نیکیاں پھیلانے اور برائیاں مٹانے کا خیال پہلے سے ہزار گنا بڑھ گیا۔

بادشاہ کو گھرا دیکھ کر ان بزرگ نے بلند آواز سے پڑھا:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) اے بادشاہ! وہ سامنے من دیو بیٹھا ہے۔ اسے مار پھر اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھ! اس کے بعد ان بزرگ نے نوجوان لڑکے کو کچھ اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی لڑکا تخت سے کودا، جھٹ بادشاہ کے پاس پہنچا اور اندھوں کو ہٹانے لگا۔ خدا جانے اس نوجوان میں کتنی طاقت تھی کہ جسے گرا دیتا پھر وہ اٹھ نہ پاتا۔

اس طرح اندھوں کا ریلا جو بادشاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ رُک گیا۔ بادشاہ نے ذرا مہلت پائی۔ اپنے کندھے سے کمان اُتاری، ترکش سے تیر نکالا، چلے پر چڑھایا۔ من دیو کو نشانہ بنایا۔ اللہ اکبر کہہ کے پورے زور کے ساتھ زن سے مار دیا۔ تیر سَن سناتا چلا۔ جا کر من دیو کے دل میں چبھ گیا۔ نوجوان لڑکا پکار اُٹھا "وہ مارا" اور پھر کود کر تخت پر جا بیٹھا۔ من دیو ہائے کر

کے دھڑام سے گرااور تھوڑی دیر میں مر گیا۔

اس کے مرتے ہی بستی والے چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ایک دم ہوش میں آ گئے۔ان کا اندھا پن دور ہو گیا اور انھیں دکھائی دینے لگا۔سب نے اپنی اپنی گردنیں نیچی کر لیں۔بادشاہ سے کہا۔"ہمیں اسی من دیو نے اندھا کر رکھا تھا۔ہمیں اچھا بُرا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ہم اپنے ہوش میں نہ تھے۔اب آپ جیسا حکم دیں،ہم کریں۔"

بادشاہ نے ان لوگوں کی بات سنی مگر اس کا دل اس بات کو جاننے کے لئے بے چین تھا کہ یہ تینوں مددگار کون ہیں؟ وہ ان کی طرف مڑا تا کہ ان کا شکریہ ادا کرے۔اور ان کا نام اور پتہ پوچھے۔لیکن بادشاہ نے دیکھا کہ وہ تینوں غائب۔

بادشاہ کو ان سے نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا۔اس نے بستی والوں سے کہا:

بھائیو! من دیو مارا جا چکا ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہوا۔تم کو آنکھیں پھر مل گئیں۔اب تم کو چاہئے کہ من مانے کام کرنا چھوڑ دو۔اللہ کے حکموں پر چلو۔نماز پڑھا کرو۔تمہارے دل میں اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو۔تمہارے دل میں کسی کی دشمنی نہ ہو۔تم کسی کا بُرا نہ چاہو۔روزی محنت

سے کماؤ، حلال کھاؤ، حرام سے بچو، جھوٹ، چوری، لوٹ مار، لڑائی دنگا اور ایسے ہی برے کاموں سے بچو۔

بادشاہ دیر تک ایسی ہی باتیں سمجھاتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ اب کسی ایک شخص نے بھی انکار نہیں کیا۔ سب نے کہا جس طرح آپ فرما رہے ہیں، اللہ نے چاہا تو ہم اسی طرح رہیں گے۔

اس بات چیت کے بعد بادشاہ نے من دیو کی لاش جنگل میں پھینکوا دی۔ پھر کچھ کھایا پیا۔ تین دن وہاں رہا، کلمہ پڑھتا ہوا، مون پور کی طرف چل دیا۔

رواج گڈھ

تیسرے دن اس کے کان میں باجوں کے بجنے کی آواز آئی۔ مڑ کر اس طرف دیکھا۔ ایک شہر نظر آیا۔ گھوڑے کو اسی طرف موڑ دیا۔ شہر کے اندر گیا۔ تو وہاں سب کی ناکیں لمبی دیکھیں۔ کسی کی آدھا بالشت، کسی کی بالشت بھر، کسی کی ہاتھ بھر۔ مگر اُسے یہ ساری لمبی ناکیں جیسے بناوٹی لگیں۔ شہر میں گھوم پھر کر دیکھا کسی شخص کے چھپّر پر پھونس تک نہ دکھائی دیا۔ مگر ہر شخص بے ملک کا نواب بنا پھرتا تھا۔

ایک جگہ دیکھا آرگن، لیزم اور ڈھول تاشے بج رہے تھے۔ دیگیں کھنک رہی تھیں۔ گوشت پلاؤ، زردہ، فرنی، شاہی ٹکڑے، قورمہ، تنجن اور ایسے ہی بہت سے کھانے پک رہے تھے۔ آگے بڑھ کر دیکھا، ناچ ہورہا تھا اور آگے بڑھ کر دیکھا، آتش بازی چھوٹ رہی تھی اور آگے بڑھا تو دیکھا۔ تین چار برس کے ایک بچّے کو دولھا بنایا گیا تھا اور اسے گھوڑے پر بٹھا کر ایک بارات کی بارات پھرائی جا رہی تھی۔

کہاں تک کوئی بیان کرے۔ بادشاہ نے جگہ جگہ روپیہ پیسہ برباد ہوتے دیکھا۔ ایک شخص سے پوچھا۔ ''اس شہر کا کیا نام ہے اور یہ کیسی دھوم دھام ہے؟'' اس نے اپنی ناک سہلا کر کہا۔ ''واہ میاں! تم کو نہیں معلوم؟ یہ رواج گڈھ ہے۔ میاں فضلو کے بچّے کا ختنہ ہوا تھا۔ بچّے نے آج غسل کیا ہے، اس کی برات نکلی ہے۔ اوہو۔ تم کیا جانو میاں چھوٹی ناک والے! آج ہی خیراتی کے لڑکے کی شادی ہے۔ فقیرا کے لڑکے کی آج ہی بسم اللہ ہے۔ اسی کی یہ دھوم دھام ہے آہا! یہ ناچ یہ رنگ یہ کھانے، یہ تماشے اور یہ ہماری ناک!''

بادشاہ نے شہر میں ایک طرف یہ دھوم دھام اور فضول خرچی دیکھی اور دوسری طرف لوگوں کے گھر گرے پڑے اور بالکل کھنڈر دیکھے۔ تو اس طرح کہنے لگا۔ ''بھائیو! یہ بے کار پیسہ کیوں برباد کر رہے ہو اپنی ناک اونچی

کرنے کے لئے دھوم دھام کر رہے ہو، اس سے تمہارا نقصان ہی نقصان ہے۔ دیکھو! تمہارے گھروں پر چھپّر تک نہیں، مگر پیسہ پانی کی طرح بہا رہے ہو۔ کیا اچھا ہو کہ یہی پیسہ بچا کر اپنے بچوں کو پڑھاؤ لکھاؤ۔ دین کی باتیں بتاؤ۔ اللہ کے حکموں پر چلنا سکھاؤ۔ ذرا سی ''واہ واہ'' کے لئے یہ سب پیسہ برباد کئے دیتے ہو۔ تم کو اللہ کی خوشی کا ذرا بھی خیال نہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ قرآن میں ہے ''فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔''

بادشاہ نے یہ بات سب کے بھلے کو کہی تھی مگر واہ ری اُلٹی مت، سب کے سب یہی بات سن کر بادشاہ کو گالیاں دینے لگے۔ ''او کنجوس، مکھی چوس، چھوٹی ناک والے! تو کہاں سے رنگ میں بھنگ کرنے ٹپک پڑا۔ یہ رسمیں ہمارے باپ دادا سے ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی لمبی ناک چھوٹی کرالیں۔ باپ دادا کے نام پر بٹّہ لگوالیں۔ تجھے معلوم نہیں، ہماری رانی رسم النساء کا حکم یہی ہے۔ اگر ہم اس کے حکم کے خلاف کریں تو ہماری یہ لمبی لمبی ناکیں تیری طرح چھوٹی ہو جائیں اور ہم سب ذلیل ہو کر رہ جائیں۔''

یہ کہہ کر سب نے اپنی اپنی لمبی ناکیں سہلائیں۔ بادشاہ کو ان سب کی

نادانی پر بڑا غصّہ آیا۔ اس نے کہا۔ ''بھائیو! رسم النساء کے چکّر میں نہ پڑو۔ نہیں تو تباہ ہو جاؤ گے۔''

بادشاہ کا یہ کہنا تھا کہ وہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے۔ سب رانی رسم النساء سے شکایت کرنے چلے۔ رانی نے سنا تو اپنے دونوں وزیر نامی خاں اور خرّاچ خاں کو لاؤ لشکر سمیت لے کر آئی، حکم دیا۔ ''پکڑو اس بدتمیز کو، ہم خرچ کرتے ہیں تو اپنا خرچ کرتے ہیں۔ اس سے مانگنے تو نہیں جاتے۔''

یہ سننا تھا کہ لوگ چاروں طرف سے پل پڑے۔ بادشاہ اپنے گھوڑے کی طرف لپکا۔ مگر سب نے آگے بڑھ کر گھیر لیا۔ ریلا ریلی، ٹھیلا ٹھیلی، دھکّم دھکّا، مکّم مکّا سب بادشاہ کو مارنے لگے۔ بادشاہ نے دیکھا تو زور زور سے کلمہ پڑھنے اور اللہ کو یاد کرنے لگا۔

پھر مدد

بادشاہ کلمہ پڑھتا جاتا سب سے لڑتا جاتا تھا۔ وہ جو مشہور ہے نا! ''ہمت مرداں مدد خدا'' ویسا ہی ہوا۔ اچانک سامنے سے روشنی دکھائی دی۔ اس روشنی میں ایک تخت نظر آیا۔ تخت پر وہی بزرگ اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ سفید کپڑے پہنے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ بزرگ بادشاہ کو دیکھ کر

مسکرائے۔ بولے۔ ''اے مردِ مومن! جس طرح بنے بڑھ کر رانی رسم النساء کی ناک کاٹ لے۔''

ان بزرگ کو دیکھتے ہی بادشاہ کا دل ایمان سے روشن ہو گیا۔ لڑکے کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوا جیسے ہاتھوں، پیروں اور سارے جسم میں سو گنی طاقت بڑھ گئی ہو۔ لڑکی کو دیکھا تو نیکیاں پھیلانے اور برائیاں مٹانے کا خیال ہزار گنا بڑھ گیا۔

بادشاہ کو گھرا ہوا دیکھا تو ان بزرگ نے بلند آواز سے پڑھا۔ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہ'' پھر نوجوان لڑکے کو اشارہ کیا ''ہاں شاباش!'' اشارہ پاتے ہی نوجوان تخت سے کودا، اس بھیڑ میں گھسا اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کر، گھسیٹ گھسیٹ کر بادشاہ کے پاس سے ہٹانے لگا۔ جو نہ ہٹا اس کے ایک تھپّڑ رسید کیا۔ جس نے مقابلہ کیا، اس کی ناک پر ایک گھونسا دیا۔ جس نے روکا اس کے ایک لات جمائی۔ اس کا تھپّڑ اور گھونسا ایسا تھا کہ دشمن بوکھلا گئے۔ دوسری طرف گھوڑے نے بھی بہت سے لوگوں کو زخمی کر دیا تھا۔

اب جو بادشاہ نے مہلت پائی تو میان سے تلوار نکالی۔ رانی رسم النساء کی طرف بڑھا۔ رانی رسم النساء نے بادشاہ کو ننگی تلوار لئے اپنی طرف آتے دیکھا تو پکاری۔ ''روکو، روکو۔ ارے اس چھوٹی ناک والے کو روکو۔ یہ میرے پاس نہ

آ ئے۔'' رانی کی آواز پر اس کے سپاہی دوڑ پڑے مگر ان کو اس نوجوان نے ایسا ڈانٹا کہ سب کی جان ہی تو نکل گئی۔ سب سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ اب کیا تھا، بادشاہ نے بڑھ کر رسم النساء کی ناک کاٹ لی۔ وہ ''ہائے میری ناک'' کہہ کر گری اور بے ہوش ہوگئی۔ اس کے گرتے ہی نوجوان لڑکا پکارا۔ ''وہ مارا'' اور کود کر تخت پر پھر جا بیٹھا۔ نامی خاں اور خرّاچ خاں نے یہ دیکھا تو وہ نکٹی رانی کو اٹھا کر لے بھاگے۔

ان سب کے بھاگتے ہی شہر والے چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ وہ سب ہوش میں آ گئے۔ ان کی بڑھی ہوئی ناکیں ٹھیک ہوگئیں۔ سب نے اپنی اپنی گردن نیچی کر لی اور بادشاہ سے کہا:

''ہمیں اسی رانی رسم النساء نے بہکا رکھا تھا۔ ہم اپنے ہوش میں نہ تھے۔ اب آپ جیسا حکم دیں۔''

بادشاہ نے چاہا کہ پہلے ان تینوں مددگاروں کا شکریہ ادا کرے اور ان سے ان کا نام اور پتہ پوچھے۔ لیکن جیسے ہی وہ ان کی طرف مڑا یہ جا وہ جا، پلک جھپکی، تخت غائب۔

بادشاہ کو ان تینوں مددگاروں سے نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا۔

اب وہ شہر والوں کی طرف مُڑا۔ شہر کے سب لوگ اکٹّھا تھے ہی۔

بادشاہ نے کہا۔ ”بھائیو! رانی رسم النساء کی ناک کٹ چکی، خدا نے چاہا تو وہ اب تمہاری طرف کبھی رُخ نہ کرے گی۔ لیکن ایک شرط ہے، تم کو چاہئے کہ اللہ کے حکموں پر چلو۔ یہ ساری رسمیں چھوڑو۔ جس طرح پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بسر کر کے دکھا دی ہے۔ ویسے ہی رہو، بسو اور اسی طرح سارے کام کاج، شادی بیاہ وغیرہ کرو۔

اب بادشاہ کی بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔ سب نے وعدہ کیا کہ جیسا آپ بتا رہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ایسے ہی زندگی بسر کریں گے۔

اس بات چیت کے بعد لوگوں نے بادشاہ کے سامنے کھانا پیش کیا۔ بادشاہ نے کچھ کھایا پیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ ذرا دیر آرام کیا۔ پھر اٹھا نماز پڑھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر کلمہ پڑھتا ہوا مومن پور کی طرف چل پڑا۔ وہ اس دُھن میں تھا کہ جس طرح بنے جلد سے جلد مومن پور پہنچ جائے اور حکیم ایمان اللہ صاحب سے ملے اور عمل بیگ اور عاقبت بیگم کو اپنے ملک میں لا کر بسائے۔

طاغوت نگر

تیسرے دن بادشاہ ایک شہر کے پاس پہنچا۔ شہر کے چاروں طرف ایک مضبوط دیوار بنی تھی۔ سوچا اندر کیسے جاؤں۔ دروازہ تلاش کرنے لگا۔

اتّر کی طرف ایک دروازہ کھلا تھا۔ مگر دو سپاہی بندوق کندھوں پر دھرے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ کسی کو اندر نہیں جانے دیتے تھے۔ انھوں نے بادشاہ کو بھی روکا اور کہا کہ طاغوت شاہ کی اجازت کے بغیر کوئی شہر میں نہیں جا سکتا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ ''طاغوت شاہ کون؟'' سپاہیوں نے بتایا۔ ''طاغوت شاہ یہاں کا حاکم ہے۔''

یہ سن کر بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور ایک طرف بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کرے؟

ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ بادشاہ کو نماز کی فکر ہوئی۔ وہ وضو کے لئے اِدھر اُدھر پانی تلاش کرنے لگا۔ مگر اسے کہیں پانی نہ ملا۔ مجبور ہو کر پہرے والے سپاہیوں کے پاس گیا۔ اور پانی مانگا۔ سپاہی بولے: ''ہمیں تھوڑا سا پانی ملتا ہے تم کو دے دیں تو خود کیا پئیں؟'' سپاہیوں کی یہ بات سن کر بادشاہ حیران رہ گیا۔ دل میں کہا۔ ''کیسا ہے یہ شہر، اور کیسے ہیں یہاں کے لوگ، پانی تک نہیں دیتے۔'' پانی نہیں ملا تو بادشاہ نے تیمّم کی نیت کی۔ ایک خشک جگہ، پاک زمین پر دونوں ہاتھ مارے، پھر دونوں ہاتھوں کو چہرے پر اچھی طرح مَل لیا۔ پھر زمین پر ہاتھ مارے۔ اب کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک مَلے۔ تیمّم ہو گیا۔ اس نے نماز پڑھی۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ سوچا کسی اور راستے

سے مومن پور چلا جاؤں گا۔ مگر بہت ڈھونڈا، دوسرا راستہ ہی نہ تھا۔ وہ پھر شہر کی طرف مُڑا مگر اب کی بار وہ دروازے کی طرف نہیں گیا۔ شہر کے ایک طرف دیوار ذرا نیچی تھی۔ بادشاہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا ایک ہی جست میں دیوار کے پار تھا۔

بیمار کی دیکھ بھال

بادشاہ اندر پہنچا۔ اس نے ایک نظر شہر پر ڈالی۔ شہر بہت بڑا تھا۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے مکان اور محل بنے تھے۔ بادشاہ سوچنے لگا۔ یہاں کسی سے جان پہچان ہے نہیں، کہاں جاؤں وہ دیر تک یہی سوچتا رہا۔ پھر اللہ کا نام لے کر ایک طرف چل دیا۔ شہر کے کنارے ایک کوٹھری تھی۔ بادشاہ اس کوٹھری کے پاس پہنچا۔ کوٹھری میں سے کسی کے کھانسنے اور کراہنے کی آواز آئی۔ بادشاہ سن کر گھوڑے سے اترا۔ گھوڑا باہر باندھ دیا۔ آواز دے کر کوٹھری میں گیا۔ دیکھا تو ایک بیمار بوڑھا اکیلا چارپائی پر پڑا پانی پانی چلاّ رہا تھا۔ مگر کوئی پانی دینے والا نہیں تھا۔ بادشاہ کو اس کی حالت پر بڑا ترس آیا۔ کوٹھری میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک طرف پانی کا گھڑا اور گلاس دکھائی دیا۔ گھڑے سے پانی انڈیلا۔ گلاس میں لیا۔ بڈھے کے پاس گیا۔ سہارا دے کر

اٹھایا۔ گلاس اس کے منہ سے لگا دیا۔ بڈھے نے منہ کھول دیا۔ پانی پیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''ایں تم کون؟'' بڈھے نے بادشاہ کو دیکھ کر پوچھا۔ بادشاہ نے آہستہ سے اسے پھر لٹا دیا کہا۔ ''بابا میں ایک مسافر ہوں اور مومن پور جا رہا ہوں۔''

''مومن پور جا رہے ہو!'' بڈھے نے پوچھا ''کیا تم کو اس شہر میں آنے کی اجازت مل گئی؟''

''نہیں اجازت تو نہیں ملی۔''

''پھر کیسے آئے؟''

''اس طرف کی دیوار پار کر کے آیا ہوں۔'' بادشاہ نے ایک طرف اشارہ کر کے بڈھے کو بتایا۔ ''خو، خو، خوہ، اونھ آہ آہ'' بڈھے کو پھر کھانسی آنے لگی۔ بادشاہ نے اسے اٹھا کر بٹھایا۔ ایک ہاتھ سے سہارا دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے سر اور پیٹ سہلاتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب بڈھے کو اطمینان ہوا تو اس نے ایک ڈبے کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ ''اس میں میری کھانسی کی دوا ہے۔ ایک گولی کھلا دو۔'' بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کر ڈبہ لیا۔ ڈبے کو گھولا۔ گولی نکالی، بڈھے کو کھلائی۔ گولی کھا کر بڈھا لیٹ گیا۔ اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

بادشاہ کو اطمینان ہو گیا کہ بڈھا آرام سے سو گیا۔ عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ سوچا یہاں اطمینان ہے۔ پانی موجود ہے۔ لاؤ نماز پڑھ لوں۔ نماز کا خیال آتے ہی اس نے وضو کیا۔ ایک طرف کپڑا بچھا کر نماز پڑھنے لگا۔ عصر کی چار رکعت فرض تو پڑھی جاتی ہے۔ مگر بادشاہ سفر کی حالت میں تھا۔ سفر کی حالت میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے نماز قصر کرنے کی اجازت دی ہے۔ بس بادشاہ نے چار رکعت فرض کے بدلے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر بڈھے کو دیکھا۔ وہ آنکھیں کھولے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی بادشاہ اٹھا۔ بڈھے نے پوچھا۔ ''کیا تم مسلمان ہو؟'' بادشاہ نے کہا ''الحمد للہ، اللہ کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ مگر آپ نے یہ بات کیوں پوچھی؟'' بڈھے نے کہا۔ ''اے شخص! یہ طاغوت نگر ہے۔ یہاں کا کوئی دین اور دھرم نہیں ہے۔ ہم سب بے دھرم ہیں۔ پچاس ساٹھ برس ہوئے۔ جب میں جوان تھا، لوگ یہاں خدا کا نام لیتے تھے۔ مگر خدا کے احکام پر نہیں چلتے تھے۔ دس پانچ بھلے آدمی جو اللہ کے حکموں پر چلتے تھے۔ انھوں نے لوگوں کو سمجھایا۔ مگر سب کے سب بگڑ چکے تھے۔ کسی نے ایک نہ سنی۔

یہ دیکھ کر طاغوت شاہ نے یہاں اپنی حکومت بنالی۔ ساری عبادت گاہیں ڈھوادی گئیں اور منادی کرادی کہ جو کوئی خدا کا نام لے گا اسے جیل

میں سڑوادیا جائے گا۔

یہ حکم سن کر کچھ بھلے آدمیوں نے لوگوں کو بہت سمجھایا کہ خدا اور اس کے حکموں کو چھوڑ دو گے تو تمہاری زندگیاں تباہ ہو جائیں گی۔ دھوکا اور دھاندلی چاروں طرف پھیل جائے گی۔ تمہارے دل سے محبت نکل جائے گی۔ ماں باپ اور بیٹے میں ہمدردی نہ رہے گی۔ سب کو بس اپنی اپنی پڑ جائے گی۔'' مگر افسوس کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ بلکہ اُن کو پکڑ کر طاغوت شاہ کے حوالے کر دیا۔ ان بے چاروں کو دور، بہت دور اتّر کی طرف جنگلوں میں بھیج دیا گیا اور وہ سب وہاں مر کھپ گئے۔

مگر ہوا وہی جیسا وہ نیک لوگ کہتے تھے۔ مجھ کو دیکھو۔ میرے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ سب کے سب کھاتے پیتے ہیں۔ مگر ان میں محبت نہیں۔ موقع ملتا ہے تو ایک دوسرے کو ٹھگ لینے میں بھی کوئی کمی نہیں کرتا۔ جب خدا کا ڈر نہیں رہا تو پھر کسی کو کیا پڑی ہے، جو کسی کی خبر لے۔ دن بھر میں اسی طرح تڑپا کرتا ہوں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ صرف میں ہی نہیں اس شہر میں تندرست کی تو پوچھ ہے۔ بوڑھوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ آج مدت کے بعد تو ایک ایسا شخص نظر آیا، جس نے میری ہمدردی کی۔ تیرا طور طریقہ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ تو دین دار آدمی ہے۔ میرے دل میں کچھ بھولی بسری پرانی

یادیں موجود ہیں۔ اسی لئے تجھ سے کچھ محبت ہوگئی ہے۔

اسی محبت کی وجہ سے میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جس طرف سے آیا ہے۔ اسی طرف سے چپکے سے واپس چلا جا۔ نہیں تو تجھ کو طاغوت شاہ زندہ نہیں چھوڑے گا۔ تجھ میں اس کے خلاف کئی باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو، تو خدا کو مانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مومن پور جا رہا ہے۔ مومن پور میں ایک حکیم رہتا ہے۔ اس سے اور طاغوت شاہ سے دشمنی ہے۔ بھلا طاغوت شاہ تجھ کو مومن پور کب جانے دے گا۔ اے شخص! میں نے جو باتیں تجھ سے کی ہیں۔ اس طرح کی باتیں کرنا یہاں جرم ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ طاغوت شاہ کے جاسوس یہ خبر اسے پہنچائیں۔ اور وہ ہمیں قید کر لے۔ مگر مجھے کیا، میں تو زندگی سے تنگ آ چکا ہوں۔ وہ مجھ کو مار ہی ڈالے تو اچھا ہے۔ مگر تیری جوانی پر رحم آتا ہے تو کیوں اپنی جان جوکھم میں ڈالتا ہے۔"

بڈھا اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ اس پر پھر کھانسی کا دورہ پڑا بادشاہ پھر اس کو سنبھالنے کے لئے بڑھا۔

قید

بادشاہ بوڑھے کو سنبھالنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک وہاں کی پولیس آئی۔ اس نے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ لے جا کر طاغوت شاہ کے سامنے پیش

کیا۔طاغوت شاہ کے پاس جاسوسوں کا افسر کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ ''حضور! یہ ہے وہ شخص جو آپ کی اجازت کے بغیر نہ جانے کس طرح شہر میں آ گیا۔اس نے اس شہر میں خدا کا نام بھی لیا۔اس بڈھے نے یہاں کا بہت سا حال بتا دیا۔ یہ سن کر طاغوت شاہ نے حکم دیا کہ بڈھے کو تو پھانسی دے دی جائے اور بادشاہ سے کہا۔''اے شخص! تو جوان اور کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔اگر تو ہمارے ساتھ مل کر کام کرے تو ہم تجھ کو بہت کچھ دیں گے۔مذہب اور خدا کے چکّر میں پھنس کر تو کیوں اپنی عمر برباد کرتا ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا۔''مجھے مال اور دولت کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا دین نہ چھوڑوں گا۔میرا خدا میری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔''

طاغوت شاہ نے یہ سنا تو پھر کہا۔''اچھا اگر تو اپنا دین چھوڑ دے تو ہم تجھے بہت سا مال و دولت بھی دیں گے اور تیری شادی بھی کسی بڑے گھرانے میں کرا دیں گے۔''بادشاہ نے پھر جواب دیا۔''مجھے یہ بھی نہیں چاہئے۔میں اپنا دین نہ چھوڑوں گا۔میرا خدا میرے لئے کافی ہے۔''

طاغوت شاہ نے پھر کہا۔''اے شخص! اگر تو اپنا دین چھوڑ دے اور ہمارے ساتھ مل کر کام کرے تو ہم تجھ کو بہت بڑا عہدہ دیں گے۔''بادشاہ

نے جواب دیا۔ ''مجھے عہدے کی بھی ضرورت نہیں، میں اپنا دین نہ چھوڑوں گا۔ میرا خدا میری سب ضرورتوں کو جانتا ہے۔''

بادشاہ نے طاغوت شاہ کی ہر بات ٹھکرادی۔ تو طاغوت شاہ بہت ناراض ہوا، بولا۔ ''اچھا تو نہیں مانتا تو میں تجھے بڑا عذاب دے کر قتل کروں گا۔''

بادشاہ طاغوت شاہ کی اس دھمکی سے بھی نہ ڈرا۔ اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ ''زندگی اور موت تو خدا کے بس میں ہے۔ وہ مارنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ وہ زندہ رکھنا چاہے تو کوئی مار نہیں سکتا۔ اگر اللہ کو یہی منظور ہے کہ میں دین کی راہ میں مارا جاؤں تو میری سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔ میں شہید ہوں گا اور اللہ مجھ کو جنّت میں داخل کرے گا۔''

بادشاہ کا یہ مضبوط ارادہ دیکھ کر طاغوت شاہ سمجھ گیا کہ یہ نہ مانے گا۔ اس نے حکم دیا کہ ''اِسے رسّیوں سے جکڑ کر شہر کی چہار دیواری پر بٹھا دو۔ اور تیر مار مار کر مار ڈالو۔ یہ حکم سنتے ہی سپاہیوں نے بادشاہ کو رسّی سے جکڑ کر دیوار پر بٹھا دیا۔ بہت سے تیر انداز تیر کمان لے کر کھڑے ہوئے بادشاہ نے ایک نظر تیر اندازوں پر ڈالی۔ پھر دوسری طرف دیکھا۔ اسے ایک دریا بہتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ زور زور سے کلمہ طیّبہ پڑھنے لگا۔ اور اللہ کو مدد کے لئے پُکارنے لگا۔ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوا اور اس حال میں بھی بچنے کی تدبیر سوچتا رہا۔

مومن پور

اچانک بادشاہ کے دل میں آیا کہ اپنے بچانے کی جو کوشش بھی کی جا سکے۔ مرتے دم تک کرنا چاہئے۔ کیوں نہ اپنے کو دریا میں گرا دوں۔ شاید اسی طرح بچنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ یہ سوچتے ہی بادشاہ نے جھٹ اپنے کو دریا میں گرا دیا۔ دریا میں گرنے کی چوٹ سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ آنکھ کھلی، تو اپنے کو ایک ہسپتال میں پایا۔ وہاں ڈاکٹروں، کمپاؤنڈروں اور دوسرے دیکھ بھال کرنے والوں کو بیماروں کی دیکھ بھال کرتے دیکھا۔ ٹھیک اس وقت جب وہ ہوش میں آیا، تو اذان کی آواز ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کان میں آئی۔

اذان کی آواز سنتے ہی اس نے دیکھا کہ تمام لوگ نماز کو چلے گئے۔ بیماروں میں بھی جو چل سکتے تھے، وہ بھی گئے۔ جو نہیں چل سکتے تھے انھوں نے اپنی جگہ وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ جن کو پانی نقصان کرتا تھا انھوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھی۔ بادشاہ حیران تھا کہ کہاں ہوں۔ بدن پر رسّی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوں۔ آرام سے لیٹا ہوں۔ وہ اٹھ بیٹھا اور نماز کے لئے اسی طرف چل دیا۔ جدھر سب لوگ جا

رہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی سے ''سلام علیک'' کے بعد پوچھا۔ ''بھائی یہ کون سا مقام ہے؟'' اس نے بتایا'' یہ مومن پور ہے۔''

''مومن پور! مومن پور!'' بادشاہ کی زبان سے نکلا اور وہ حیران رہ گیا کہ یہاں کیسے پہنچا۔ سامنے مسجد تھی۔ وہ یہی سوچتا ہوا مسجد پہنچا۔ جماعت کھڑی ہونے والی تھی۔ اس نے جھٹ سے وضو کیا۔ وضو کے بعد ہاتھ پونچھ رہا تھا کہ تکبیر ہونے لگی۔ امام صاحب آگے بڑھے۔ بادشاہ تمام مقتدیوں کے ساتھ جماعت میں جا شامل ہوا۔

نماز کے بعد امام صاحب کھڑے ہوئے۔ مقتدیوں کی طرف رُخ کیا اور بولے۔ ''بھائیو! ذرا دیر ٹھہر جایئے۔ ایک صاحب سے آپ کی ملاقات کرانا ہے۔'' امام صاحب تو یہ کہہ رہے تھے اور بادشاہ بڑے تعجب کے ساتھ امام صاحب کو تک رہا تھا۔ دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ بزرگ تو وہی معلوم ہوتے ہیں، جن کی مدد سے میں نے من دیو اور رانی رسم النساء کو مارا تھا۔ اس نے اچھی طرح پہچان لیا۔ وہ خوشی میں آگے بڑھ کر ان سے لپٹ جانے والا تھا کہ پیچھے سے ایک نوجوان نے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ بادشاہ نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ پکار اٹھا۔ ''میں نے پہچان لیا، نوجوان! تم وہی ہو جو میری مدد کر چکے ہو۔''

تمام نمازیوں کی نظریں بادشاہ کے چہرے پر پڑیں۔ سب نے بادشاہ سے کہا کہ ''ذرا صبر کیجئے۔'' بادشاہ چپ بیٹھ گیا۔ امام صاحب کہہ رہے تھے۔ ''بھائیو! ایک تھا بادشاہ، ہمارا تمہارا خدا بادشاہ۔ وہ بادشاہ خود تو بڑا نیک تھا۔ لیکن اس کی رعایا نیک نہیں تھی۔ برے کام کرتے ذرا بھی نہیں جھجھکتی۔ چوری، جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑے اور ایسی سبھی برائیاں کرتی تھی۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کے ملک سے برائیاں مٹیں اور بھلائیاں پھیلیں۔ بادشاہ کے استاد شیخ الہام صاحب نے اسے ہماری خبر دی کہ مومن پور سے حکیم ایمان اللہ، عمل بیگ اور عاقبت بیگم کو جا کر لاؤ۔ اور اپنے دیش میں بساؤ تو ملک کے سب لوگ نیک ہو جائیں گے۔ اپنے استاد سے یہ سنا تو بادشاہ تن تنہا مومن پور کی طرف چل دیا۔ راستے میں اندھیر نگری کے راجہ من دیو نے روکا۔ مگر اللہ کے فضل سے بادشاہ نے اسے مار گرایا۔ پھر لمبی ناک والوں کی رانی رسم النساء نے بھی اپنا جال پھیلایا۔ بادشاہ اس کے جال میں بھی نہ آیا۔ اور اسے مار بھگایا۔ اس کے بعد طاغوت نگر میں پہنچا۔ طاغوت نگر میں اچانک گرفتار کر لیا گیا۔ رسّیوں سے جکڑ کر شہر کی چار دیواری پر بٹھایا گیا تا کہ تیر انداز اپنے تیروں سے مار مار کر مار ڈالیں۔ اللہ کو بچانا منظور تھا، اچانک بادشاہ نے اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے کو دیوار سے

دوسری طرف دریا میں گرادیا۔ دریا میں گرتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔ اسی حالت میں بہتا ہوا آ رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ دریا ہمارے شہر مومن پور سے تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ میرا بیٹا عمل بیگ اچانک وہاں پہنچ گیا۔ اس نے بادشاہ کو بہتے دیکھا۔ جھٹ دریا میں کود کر اسے نکالا اور ہسپتال لے آیا۔ خدا کا شکر ہے۔ بادشاہ کو چوٹ نہیں آئی۔ وہ بالکل تندرست ہمارے درمیان موجود ہے۔ اور وہ یہی صاحب ہیں جو ابھی آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ اپنے مہمان سے ملیں۔''

یہ کہہ کر امام صاحب خود آگے بڑھے۔ بادشاہ کو گلے لگا لیا اور کہا۔ ''میں ہی حکیم ایمان اللہ ہوں۔'' اس کے بعد عمل بیگ اور پھر باری باری سے تمام لوگوں سے ملایا۔ بادشاہ ان سب سے مل کر بہت خوش ہوا۔ چالیس دن مومن پور میں رہا۔ حکیم صاحب نے عاقبت بیگم سے بھی ملایا۔

مومن پور میں وہ چالیس دن تک خوب گھوما اور اچھی طرح اسے دیکھا بھالا۔ ہر جگہ آرام ہی آرام نظر آیا۔ نہ کہیں چوری، نہ ڈاکہ، نہ لڑائی دنگا اور مہمانی تو ایسی ہوئی کہ بادشاہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس کا دل چاہنے لگا کہ اب مومن پور ہی میں رہے۔ مگر اس نے اپنے دل کی بات نہ مانی۔ اسے تو اپنے ملک سے برائیاں مٹانی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ دل

کے کہنے سے آرام میں پڑ گیا تو پھر اپنے ملک میں نیکیاں کیسے پھلیں گی۔ اور پھر آخرت میں اللہ کے سامنے کیا جواب دے گا۔

چالیسویں دن بادشاہ نے حکیم ایمان اللہ صاحب سے چلنے کے لئے کہا وہ جھٹ تیار ہو گئے۔ عمل بیگ اور عاقبت بیگم کو ساتھ لیا۔ راستے میں طاغوت نگر پڑتا ہے۔ لیکن حکیم ایمان اللہ، عمل بیگ اور عاقبت بیگم کے ساتھ جب بادشاہ پہنچا تو دروازے پر سپاہیوں نے بھی نہ روکا ٹوکا سب ساتھ ہو لئے۔ یہ سب جدھر نکل جاتے۔ لوگ طاغوت شاہ سے نفرت کرنے لگتے اور ساتھ ہو لیتے۔ طاغوت نگر میں سب کا ایمان تازہ ہونے لگا اور سب کو آخرت کا کھٹکا اور اللہ کا ڈر پیدا ہونے لگا اور سب لوگ بُرے کام چھوڑنے اور اچھے کام کرنے لگے۔ طاغوت شاہ نے جو یہ دیکھا تو اپنے چیلوں کو لے کر اُتّر کی طرف ایک سرد ملک میں بھاگ گیا۔ اس کے جاتے ہی سارے شہر میں اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا۔ سب لوگ دین دار ہو گئے۔ شہر کا نام طاغوت نگر کے بجائے اسلام پور رکھا گیا۔

اس کے بعد بادشاہ وہاں سے روانہ ہوا اور پھر اپنے ملک میں آیا۔ یہاں بھی سب لوگ حکیم ایمان اللہ صاحب، عمل بیگ اور عاقبت بیگم کے آتے ہی نیک بن گئے۔ بادشاہ کی مراد پوری ہوئی۔

اللہ سے دعا ہے کہ آج بھی جن لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت کا انتظام ہے وہ بھی ان ہی تین مددگاروں سے مدد حاصل کر کے نیکیاں پھیلائیں اور برائیاں مٹائیں۔



بدنصیب

ایک آدمی تھا بہت غریب۔ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے۔ پریشان حال۔ وہ ایک جگہ اداس بیٹھا تھا۔ بہت زیادہ مایوس نظر آتا تھا چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایک آدمی نے اسے حیران و پریشان دیکھ کر پوچھا۔

''کیوں بھئی کیا بات ہے، اتنے پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''بات یہ ہے کہ میں بہت بدنصیب ہوں، بہت مفلس اور غریب ہوں۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو دولت دی ہے، سب آرام سے زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن میں ایک ایسا بدنصیب ہوں کہ اللہ نے مجھے کچھ نہیں دیا ہے۔'' وہ آدمی یہ کہتے کہتے رونے لگا۔

دوسرے آدمی نے اس سے ہمدردی کرنے کے بجائے کہا۔ ''تم جھوٹے ہو، تم بالکل جھوٹ بک رہے ہو کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہارے پاس لاکھوں کی دولت ہے۔''

پہلے آدمی نے حیران ہو کر کہا۔ ''نہیں! خدا کی قسم! میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ لاکھوں کی دولت تو میں نے کبھی زندگی میں دیکھی بھی نہیں۔ یہ تم کیا مذاق کر رہے ہو۔ کہاں میں اور کہاں لاکھوں کی دولت! یہ سن کر دوسرے آدمی نے پھر کہنا شروع کیا۔

''تم بالکل غلط کہہ رہے ہو۔ تم اللہ کی ناشکری کر رہے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پاس لاکھوں کی دولت ہے۔ اچھا جب تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں آتا تو ایک کام کرو۔ تمہارے پاس دو کان ہیں مجھے ایک کان دے دو۔ میں اس کے بدلے تمہیں ایک ہزار روپئے دوں گا۔''

''نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ میں ایک ہزار روپئے کے بدلے اپنا کان نہیں دے سکتا۔''

''اچھا کان نہ سہی، تمہارے پاس دو آنکھیں ہیں۔ مجھے ایک آنکھ دے دو میں اس کے بدلے تمہیں دس ہزار روپئے دیتا ہوں۔''

''جی نہیں! روپئے جیسی حقیر چیز کے لئے اپنی ایک آنکھ دے دوں، یہ

مجھ سے ہر گز نہیں ہو سکتا۔''

پہلے آدمی کا یہ جواب سن کر دوسرے نے کہا۔

''میرے بھائی! اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ تمہارے پاس دو ہزار روپئے سے زیادہ کے کان ہیں۔ بیس ہزار سے زیادہ قیمت کی آنکھیں ہیں۔ پھر اسی طرح اگر تم اپنے جسم کی ہر ایک چیز کی قیمت لگاؤ۔ تمہارا پورا جسم لاکھوں روپئے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ پھر تم اپنے آپ کو غریب کیسے کہتے ہو۔ خود کو بدنصیب کیوں سمجھتے ہو۔ یہ کہہ کر کہ اللہ میاں نے مجھے کوئی دولت نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی ناشکری کرتے ہو۔ ذرا سوچو۔ آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں اور پھر پورا جسم اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ کتنی بڑی دولت ہے۔ اس دولت کے رہتے ہوئے اپنے آپ کو غریب اور بدنصیب سمجھنا کیسی ناشکری کی بات ہے۔ دنیا میں کتنے ایسے لوگ ہیں۔ جن کے پاس آنکھ اور کان نہیں ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں نہیں ہیں۔ تم ان سے تو ہر حال میں اچھے ہو۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ نے تم کو عقل جیسی نعمت دی ہے۔ تم اگر چاہو تو اپنی عقل سے کام لے کر، ہاتھ پاؤں آنکھ اور کان سے کام لے کر روپئے پیسے بھی کما سکتے ہو۔ جس کو تم دولت سمجھتے ہو۔ پھر تم اپنے آپ کو بدنصیب کیوں کہتے ہو۔

"اب بتاؤ کیا تم بدنصیب ہو؟"

پہلا آدمی چپ چاپ سر جھکائے دوسرے آدمی کی یہ تمام باتیں سن رہا تھا۔ جب وہ کہہ چکا تو اس آدمی نے اپنے آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھائی! تم نے سچ کہا۔ اللہ نے تو واقعی آنکھ کان اور ہاتھ پاؤں صحیح سلامت دے کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ان نعمتوں کے رہتے ہوئے اپنے آپ کو بدنصیب سمجھنا سچ مچ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کرے۔ اب میں خود کو کبھی بدنصیب نہیں کہوں گا۔ کبھی اللہ کی ناشکری نہیں کروں گا۔"

دوسرے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میرے بھائی! چلو میرے ساتھ۔ معلوم ہوتا ہے تم نے کئی دن سے کھانا نہیں کھایا ہے۔"

یہ سن کر اس آدمی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ مسکراتے ہوئے بولا:

"بے شک اللہ ہی ہمارا رازق ہے۔"

